رشید اختر

امام شافعی

امام مالک کے بعد، حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ دوسرے بڑے محدّث ہیں، جنھوں نے حدیث کی تدوین و ترتیب و تالیف میں ایک نرالا اسلوب اختیار کیا تھا۔ وہ علما، کا تاج، اور دوسری، تیسری صدی کے سب سے بڑے امام تھے۔ خطیب فرماتے ہیں جب وہ اپنی ماں کے پیٹ میں تھے تو ان کی ماں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ ان کے پیٹ سے ایک ایسے مشتری نے طلوع فرمایا جس سے ساری دنیا بقعۂ نور بن گئی۔"[1]

امام شافعی ۱۵۰ ہجری میں یمن یا غزہ میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کی ماں ان کی پیدائش کے بعد انھیں مکّہ لے آئیں۔[2] حموی کے بیان کی رو سے ان کی ماں مکّہ آنے سے پہلے عسقلان پہنچی تھیں۔[3] ابن خلکان کا خیال ہے کہ امام صاحب غزہ میں پیدا ہوئے تھے۔ دو سال کے ہوئے تھے کہ ان کی ماں انھیں مکّہ لے آئیں۔ وہیں انھوں نے تعلیم پائی۔ ابھی پندرہ برس کے نہ تھے کہ ان کے علمی تبحّر اور ذہانت کے سبب ان کے استاد گرامی زنجی نے انھیں فتویٰ دینے کی اجازت دی۔ فرمایا:

"افتِ یا ابا عبداللّٰہ" (اے ابا عبداللّٰہ فتویٰ دو۔)[4]

۱۔ خطیب: "تاریخ بغداد"، ص ۵۹

۲۔ ذہبی: تذکرۃ الحفاظ، جزاوّل، ص ۳۳۱

۳۔ ابن خلکان جز ثالث، ص ۳۰۶، حموی: معجم البلدان، جز ۱۷، ص ۲۸۳

۴۔ ابن خلکان، جز ۳، ص ۳۰۵

ذہبی کے بیان کی رو سے قرآن حکیم کے بعد امام صاحب نے شعر، لغت، اور ایام عرب سے آگاہی پائی۔ پھر فقہ پر متوجہ ہوئے۔ پھر حدیث پڑھی، علوم قرآن انھوں نے اسمٰعیل بن قسطنطین سے سیکھے، جو مکہ کے ایک بڑے قاری تھے۔ امام شافعی کو قرآنِ پاک سے بے حد عشق تھا۔ وہ رمضان المبارک کے دنوں میں روزانہ دو بار قرآنِ حکیم ختم کیا کرتے۔[1]

امام صاحب کا حافظہ بے حد قوی اور ذہن خوب رسا تھا۔ حموی نے حضرت امام شافعی کا اپنا قول نقل کیا ہے کہ ان کے اساتذہ جب تک دوسروں کو لکھواتے رہتے وہ لکھا ہوا حفظ کر لیتے تھے۔ امام صاحب دوسرے طلبا کی طرح جب اپنے استاذ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ان کے ساتھ کئی ٹھیکرے چمڑے کے ٹکڑے، کھجور کے نرم نرم، چوڑے چوڑے پتے اور اونٹ کے کندھے کی ہڈیاں ہوتیں۔ یہ ساری چیزیں کاغذ کی جگہ استعمال کرتے۔ استاذ کے ہاں سے جب لوٹتے تو ان چیزوں سے لدے ہوتے ان کا گھر ان چیزوں سے بھر گیا تھا۔[2] مکہ کے اساتذہ انھیں جو کچھ سکھا سکتے تھے، انھوں نے ان سے سیکھا اور حفظ کیا۔ مگر جیسے جیسے ان کا علم بڑھتا ان کا شوق تیز ہوتا جاتا۔ وہ خود فرماتے ہیں مکہ کے علما نے ان سے جو حدیثیں بیان کی تھیں جب ان کے کتبوں سے ان کا گھر بھر گیا تو وہ مکہ سے نکلے اور بادیہ کا رُخ کیا، اور ہذیل کا دامن پکڑ لیا۔

ہذیل افصح العرب تھے۔ یہ قبیلہ جہاں جاتا، امام صاحب ان کے ساتھ جاتے۔ امام صاحب ان کے ساتھ کوئی سترہ سال رہے اور جب لوٹے تو وہ عرب کے اشعار، آداب، اخبار اور ایام العرب میں پوری مہارت حاصل کر چکے تھے۔ یہی دن تھے کہ ان سے زبیریوں میں سے ایک شخص ملا جس نے ان کی معلومات کی خوب تعریف کی لیکن ایک طرح سے شکایت کی کہ انھوں نے اس علم کے ساتھ ساتھ سید المسلمین امام مالک بن انس کی طرف کیوں رجوع نہیں کیا۔ امام صاحب کا اپنا بیان ہے کہ اس وقت سے ان کے

۱۔ ذہبی تذکرہ الحفاظ، جزاول، ص ۳۲۲

۲۔ حموی، معجم الادباء، جز ۱۷، ص ۲۸۴

دل میں امام صاحب سے عقیدت پیدا ہوئی۔ وہ موطا کی طرف متوجہ ہوئے۔ مکّہ کے ایک شخص سے انھوں[1] نے موطا کی ایک نقل مستعار لی۔ اور پورا کا پورا موطا نو راتوں میں حفظ کر لیا۔ موطا حفظ کرنے کے بعد انھوں نے والیِ مکّہ سے مدینہ کے والی اور حضرت امام کے نام خط لیا اور مدینہ کا رخ کیا۔ مدینہ کے والی نے یہ خط پڑھا۔ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ خط پڑھنے کے بعد انھوں نے کیوں یہ کہا:

"یا فتی ان مشیئی من جوف المدینۃ الی جوف مکّۃ حافیاً راجلاً اھون علیّ من المشی الی باب مالک ابن انس"۔ (اے نوجوان! ہمارے لیے امام مالک کے دروازہ تک جانے سے کہیں زیادہ آسان یہ ہے کہ ہم مدینہ سے مکّہ کا پا پیادہ اور ننگے سر سفر کریں)

بہرحال مدینہ کے والی، کچھ اور لوگوں اور امام شافعی کے ساتھ عصر کے وقت امام مالک کے دروازے پر آئے اور دستک دی۔ دستک کی آواز سن کر ایک لونڈی باہر آئی۔ اس لونڈی سے والی مدینہ نے کہا "اپنے آقا کو اطلاع دو، ہم دروازہ پر حاضر ہیں"۔ لونڈی اندر گئی، لوٹی اور امام صاحب کا یہ جواب ساتھ لائی:

"ان مولای یقرئک السلام ویقول: ان کانت مسألۃ فارفعھا فی رقعۃ یخرج الیک الجواب، وان کان للحدیث فقد عرفت یوم المجلس فانصرف"[2]۔ (میرے مالک آپ کو سلام دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر کوئی بات پوچھنی ہے تو رقعہ پر لکھ دیجیے، آپ کے پاس اس کا جواب آجائے گا۔ اور اگر آپ حدیث سننے کے لیے آئے ہیں تو آپ کو معلوم ہے حدیث کی مجلس کس دن منعقد ہوا کرتی ہے۔ اس لیے واپس تشریف لے جائیے)[2]۔

حموی کہتے ہیں لونڈی کا یہ جواب سننے کے بعد امیر مدینہ نے اس لونڈی سے کہا اپنے مالک سے کہو، میرے پاس ان کے نام کی ایک چٹھی ہے جو والیِ مکّہ نے انھیں بھیجی ہے۔ لونڈی اندر گئی۔ اس بار

۱۔ حموی معجم الادباء جز ۱۷، ص ۲۸۸

۲۔ حموی معجم الادباء جز ۱۷، ص ۲۸۶

جب باہر آئی تو وہ ایک کرسی اٹھائے ہوئے تھی۔ پھر امام صاحب اندر سے باہر تشریف لائے وہ بہت باوقار اور مہیب شخصیت کے مالک تھے۔ ان کا قد لمبا اور ڈاڑھی مسنون تھی۔ وہ طیلسان پہنے تھے۔ باہر تشریف لانے کے بعد وہ کرسی پر بیٹھ گئے۔ اور والی مدینہ نے ان کی خدمت میں والی مکہ کا خط پیش کیا۔ اسے پڑھنے کے بعد امام صاحب نے خط پھینک دیا اور غصہ میں فرمایا

"سبحان اللہ! اوصار علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوخذ بالوسائل"۔ (خدا کی شان ہے کہ آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی یہ حالت ہوگئی ہے کہ لوگ اسے حاصل کرنے کے لیے وسائل کے متلاشی ہیں۔

امام شافعی فرماتے ہیں، انھوں نے اس وقت والی کی طرف دیکھا، اس پر حضرت امام کی ہیبت اس درجہ چھا گئی تھی کہ وہ بات تک کرنے پر قادر نہ تھا۔ اس پر امام صاحب آگے بڑھے۔ اپنا تعارف کرایا۔ اپنے حالات بتائے۔ جس انداز میں انھوں نے امام صاحب سے گفتگو کی اس سے امام صاحب متاثر ہوئے۔ انھوں نے جواب میں امام شافعی کا نام پوچھا۔ اور کل آنے کا حکم دیا۔ امام شافعی دوسرے دن ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ان کے سامنے مؤطا پڑھا۔ چونکہ مؤطا انھیں حفظ تھا اس لیے انھوں نے کتاب دیکھے بغیر پڑھنا شروع کیا۔ یوں کتاب ان کے ہاتھ میں تھی۔ امام صاحب کی ہیبت اب بھی ان پر طاری تھی۔ مگر وہ جرأت سے پڑھتے رہے۔ ان کی آواز اچھی اور پڑھنے کا انداز بہت عمدہ تھا۔ اس لیے امام صاحب بہت خوش ہوئے۔ اس دن کے بعد برابر امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ وہ اس وقت تک مدینہ سے واپس نہیں آئے جب تک امام صاحب زندہ رہے۔ ان کی موت کے بعد امام شافعی یمن آئے اور بڑی شان سے آئے۔ امام مالک کی تعلیم نے ان میں بڑی خود اعتمادی پیدا کر دی تھی۔ اور وہ اتنے جری ہو گئے تھے کہ والی یمن اگر کسی پر ظلم و زیادتی کرنے لگتا تو امام صاحب اس کے ہاتھ پکڑ لیتے اور وہ امام شافعی کی اونچی شخصیت کے سبب خاموش ہو جاتا۔

امام صاحب ہی کا بیان ہے کہ یمن کے دوران قیام میں نو علویوں نے ہارون کے خلاف ایک تحریک شروع کی۔ امام صاحب کا رجحان بھی چونکہ ان کی طرف تھا اس لیے جب یہ علوی پکڑے گئے تو امام صاحب

بھی گرفتار ہوئے اور ان کے ساتھ بغداد بھیج دیے گئے کہ آزادیٔ خیال کی سزا پائیں۔ یہ ہارون اور امام صاحب کی پہلی ملاقات تھی۔ حموی نے اس ملاقات کی تفصیل پیش کی ہے۔ اجمال اس تفصیل کا یہ ہے کہ ہارون نے امام صاحب سے بہت سی باتیں پوچھیں۔ اور امام صاحب نے جو جوابات دیے ان سے ہارون بہت متاثر ہوا۔ آخر میں انھوں نے ہارون کو کچھ نصیحتیں بھی کیں جن کو سن کر وہ رو پڑا۔ اور انھیں رخصت کے وقت پچاس ہزار درہم یا دینار عطا کیے۔ امام صاحب نے یہ ساری رقم وہیں اس کے خدام و حجاب میں بانٹ دی اور جیسے وہاں آئے تھے ویسے ہی لوٹ گئے۔ ان کی سخاوت کا یہ عالم دیکھ کر ہارون نے انھیں کچھ اور دینا چاہا اور اپنے ایک ساتھی کو ان کے پاس بھیجا لیکن وہ ہارون سے کوئی رقم لینے پر آمادہ نہیں ہوئے اور فرمایا: "انّی لا آخذ العطیۃ ممن ھو دونی وانما آخذ ھا ممن ھو فوقی۔" (ہم ان سے عطیہ نہیں لیتے جو ہم سے کم درجہ کے ہوں، البتہ کوئی وہ جو ہم سے بلند تر ہے ہمیں کچھ دے تو قبول کرتے ہیں)۔ گویا دوسرے لفظوں میں حضرت امام کے علم نے انھیں اتنا بلند کر دیا تھا کہ وہ ہارون کو جو ایک بہت بڑا عباسی فرمانروا تھا، اپنے سے کم سمجھتے تھے۔ علم کا یہ مقام بلند بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔

ہارون نے حضرت امام کی ذہانت و علم کا اندازہ کرنے کے لیے ان سے پوچھا کیا نمازِ خوف واجب ہے۔ انھوں نے جواب دیا، ہاں واجب ہے۔ ہارون نے دلیل طلب کی تو انھوں نے قرآن حکیم کی یہ آیت پڑھی:

"واذا کنت فیھم فاقمت لھم الصلوٰۃ فلتقم طائفۃ منھم معک"۔ ہارون نے جرح کی، مگر یہ حکم اس وقت تک تھا جب تک رسول اللہ ان میں تھے، رسول اللہ کے وصال کے بعد صلوٰۃ خوف جاتی رہی۔ امام صاحب نے پھر قرآن کی یہ آیت پڑھی:

"خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا"

۱۔ حموی، معجم الادباء، ص ۲۸۸، ۲۸۹

پھر فرمایا: جب رسول اللہ اس دنیا سے تشریف لے گئے تو کیا ان کے جاتے ہی یہ حکم بھی جاتا رہا۔ کیا صدقہ کی فرضیت رسول اللہ کے وصال سے ختم ہو گئی؟ ہارون نے کہا نہیں، حضرت امام شافعی نے فرمایا: پھر ان دونوں میں فرق کیا ہے۔ ایک کا وجوب کیوں ختم ہوا، اور دوسرے کا کیوں باقی رہا۔ ہارون لاجواب ہو گیا۔

ہارون کے علاوہ امام صاحب نے محمد بن حسن سے بھی بہت سے مناظرے کیے۔ ہر ایک میں ان کے علم کی جیت ہوئی۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اس دور میں عرب کا کوئی فرد یہ دعویٰ نہ کر سکتا تھا کہ اسے امام شافعی پر کسی قسم کا کوئی تفوق حاصل ہے۔

حموی نے ابن ہشام کا قول نقل کیا ہے کہ وہ ایک مدت تک امام شافعی کی صحبت میں بیٹھے لیکن امام صاحب نے کبھی کوئی ایسی بات نہ کی جسے لوگ معتبر نہ سمجھیں۔ حموی نے ایک بڑے محدث یونس بن عبد الاعلیٰ کی رائے بھی نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ: ان کے نزدیک امام شافعی عربی ادب، شعر فقہ اور حدیث میں اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عالم تھے۔ یہاں تک کہ حضرت سفیان ثوری اور ابن عینیہ جیسے ائمہ حدیث بھی ان کا بے حد احترام کرتے، اور امام احمد بن حنبل تو ان پر جان چھڑکتے تھے۔

حموی نے امام احمد کے صاحبزادے صالح کا بیان درج کیا ہے کہ ایک بار ان کے باپ یعنی امام احمد بن حنبل علیل تھے۔ امام شافعی بیماری کی خبر سن کر عیادت کو آئے۔ امام احمد نے جیسے ہی انھیں آتے دیکھا اپنی مسند سے اُچھلے، اُن کے قریب پہنچے، اُن کی پیشانی چومی اور اپنی مسند پر اپنی جگہ انھیں بٹھایا۔ اور خود ایک شاگرد کی طرح دو زانو ہو کر سامنے بیٹھ گئے اور بہت سے مسائل پوچھتے رہے جب امام شافعی مزاج پرسی کے بعد لوٹنے لگے تو میرے والد جلدی سے آگے بڑھے۔ امام صاحب کو سوار کرایا اور خود ان کی رکاب پکڑ کر ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ ساتھ ساتھ چلتے جاتے اور ضروری مسائل پوچھتے جاتے۔ امام احمد معمولی آدمی نہ تھے۔ بہت بڑے عالم تھے۔ امام شافعی کی اس طرح رکاب پکڑ کر چلنے کی خبر پھیل

۱۔ حموی، معجم الادباء، جز ۱۷، ص ۲۹۸

نکلی تو یحییٰ ابن معین جو اتنے ہی بڑے عالم تھے، سُن کر بھاگے بھاگے آئے اور احمد حنبل سے پوچھا: "حضرت ایسی کیا مشکل آن پڑی تھی کہ آپ کو شافعی کی رکاب پکڑنی پڑی"۔ امام صاحب نے جواب دیا: "یا ابا ذکریا لو مشیت من الجانب الآخر لانتفعت بہ"۔ (اگر تم نے دوسری رکاب پکڑی ہوتی اور شافعی کی سواری کے ساتھ ساتھ چلے ہوتے تو تمھیں بھی بے حد فائدہ پہنچتا)۔ غور کیا جا سکتا ہے کہ یہ کتنا بڑا مقام تھا جو امام شافعی کو نصیب ہوا۔ امام احمد فرمایا کرتے اپنے زمانہ میں امام شافعی ہی سب سے بڑے عالم تھے۔ اور ان کا علم بہت وسیع تھا۔

حموی کا بیان ہے کہ امام شافعی نماز صبح کے بعد قرآن حکیم کی تعلیم دیتے۔ سورج طلوع ہونے تک قرآن کی مشکلات حل کرنے کے خواہشمند ان کے حضور حاضر ہوا کرتے۔ سورج طلوع ہو جاتا تو اہل حدیث ان کے پاس آتے اور حدیث پڑھتے، اور مشکلات حدیث میں استفسار کرتے۔ سورج جب خوب چڑھ آتا تو ایسے لوگ آتے جو مختلف مسائل پر تبادلۂ خیال کرتے۔ نماز ظہر کے بعد شعر و شاعری اور فنِ عروض و ادب سے دلچسپی لینے والے لوگوں کا حلقہ ان کے گرد جمع ہو جاتا۔ عصر تک شعر و شاعری اور ادبی نکات بیان ہوتے رہتے۔ پھر آپ اپنے گھر تشریف لے جاتے۔[1]

حسن بن محمد الزعفرانی کا بیان ہے کہ حضرت امام شافعی جب ان کے شہر آئے تو انھوں نے ان سے ان کا ایک رسالہ لے کر پڑھا اور اس کو پڑھنے کے بعد وہ اس قابل ہو گئے کہ اس موضوع پر لوگوں سے مناظرہ کرتے اور انھیں چپ کرا دیتے۔

خطیب فرماتے ہیں کہ حضرت امام احمد بن حنبل امام شافعی کے لیے پورے تیس سال دعا مانگتے رہے۔ امام صاحب کے خیال میں حضرت امام شافعی دوسری صدی ہجری کے مجدّد تھے۔ خدا نے ان کے ذریعہ اسلام کو حیاتِ تازہ بخشی تھی۔[2] حضرت امام شافعی کی زبان میں اس قدر اثر تھا کہ وہ جب

۱۔ حموی، معجم الادباء، جزء ۱۷، ص ۳۰۳، ۳۰۴

۲۔ خطیب "تاریخ بغداد"، جلد ثانی، ص ۶۲ تا ۶۶

قرآن کی تلاوت فرماتے تو سننے والے فرطِ تاثر سے رونے لگتے اور اس قدر روتے کہ ہچکیاں بندھ جاتیں۔

رمضان المبارک میں بہت کم سوتے تھے۔ رات بھر قرآن پڑھتے رہتے۔ رات بھر جاگنے کی انھیں کچھ عادت سی ہو گئی تھی۔ ساری ساری رات قرآن حکیم پڑھتے اور اپنے رب سے باتیں کرتے رہتے۔

اسحاق بن راہویہ کا بیان ہے کہ ایک بار احمد بن حنبل ان کے پاس آئے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر انھیں اٹھایا اور کہا آؤ ہم تمھیں ایک ایسے شخص کے پاس لے چلیں جس کی مثال دنیا میں موجود نہیں ہے۔ یہ کہہ کر انھیں امام شافعی کے پاس لے گئے۔"[1] خطیب نے لکھا ہے کہ امام احمد اپنے بیٹے سے کہا کرتے۔ شافعی اس زمانہ کے لیے اتنے مفید ہیں جیسے عافیت و سورج لوگوں کے لیے۔ خطیب ہی کی روایت ہے کہ امام شافعی جب بغداد آئے تو جامع مسجد میں پچاس کے قریب حلقے تھے۔ جہاں اتنے ہی علماء لوگوں کو پڑھاتے۔"[2] امام شافعی کے آتے ہی تمام حلقے بند ہو گئے اور سب لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ خطیب نے جرجانی کا ایک شعر نقل کیا ہے"[3]:

مثل الشافعی فی العلماء   کمثل البدر فی نجوم السماء

بغداد سے وہ مصر تشریف لے گئے اور طلباء کے کاروان ان کی طرف بڑھنے لگے۔ مصر میں چار سال قیام کے بعد وہیں انتقال فرمایا۔ ان کے شاگردوں اور مداحوں نے رو رو کر ان کے مرثیے لکھے۔ موت کے وقت ان کی عمر ۵۸ سال تھی۔"[4]

صاحب اتحاف النبلاء کا بیان ہے کہ امام شافعی جب پہلی بار بغداد تشریف لے گئے تو کتاب قدیم کے نام سے ایک کتاب تالیف کی۔ مصر میں پہنچ کر کئی اور کتابیں لکھیں جن میں اُم و امالی کبریٰ، املاء صغیر،

۱، ۲ - خطیب جز ثانی، ص ۶۶، ۶۹

۳ - خطیب جز ثانی، ص ۶۸، ۶۹

۴ - ابن خلکان، جز ۳، ص ۳۰۷

مختصر بویطی، مختصر مزنی، مختصر ربیع، رسالہ اور سنن زیادہ ممتاز ہیں۔ صاحب اتحاف النبلاء نے ابن دولاق کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت امام نے اصولِ دین میں ۱۴ جلدیں اور فروع مذہب میں ایک سو سے زیادہ کتابیں تالیف کی تھیں[1]۔

مسند امام شافعی حضرت امام کی وہ تالیف ہے جس میں وہ احادیث درج ہیں جو حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف واسطوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں۔ گو یہ تالیف مستقل طور پر حضرت امام سے منسوب نہیں کی جا سکتی۔ لیکن درحقیقت یہ تمام احادیث امام صاحب نے اپنی کتاب، کتاب الام اور مبسوط میں جمع کی تھیں۔ اور یہ دونوں کتابیں امام صاحب اپنی زندگی ہی میں مرتب کر گئے تھے۔ البتہ چونکہ ان دونوں کتابوں میں احادیث کے سوا کچھ فقہی مسائل بھی تھے، اور دونوں کتابوں کی حیثیت الگ الگ تھی اس لیے اسے ربیع بن سلیمان کی مدوّنہ کتاب بھی کہا جا سکتا ہے۔ ربیع بن سلیمان حضرت امام کے شاگرد تھے۔ انھوں نے جو احادیث امام صاحب سے سنیں اور ان کے ایما سے لکھی تھیں۔ وہ انھوں نے اپنے شاگرد ابوالعباس محمد بن یعقوب الاصم کو سنائیں اور لکھوائیں۔ غالباً اسی لیے مسند شافعی کی موجودہ تدوین و ترتیب ابوالعباس الاصم کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ یہ بھی خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ ابوالعباس کے ایک کاتب ابوجعفر محمد بن نصر اس مجموعہ کے مرتب تھے جنھوں نے الاصم سے یہ کتاب سننے کے بعد لکھی تھی[2]۔

بہرحال اس کتاب کی موجودہ ترتیب خواہ ابوالعباس کی ہو، یا ربیع بن سلیمان کی یا محمد بن نصر کی، اس میں کوئی کلام نہیں کہ مسند میں سوائے چند احادیث کے وہی احادیث درج ہیں جو امام صاحب کی مستقل تصانیف کتاب الام اور کتاب المبسوط میں امام صاحب نے خود لکھوائی تھیں۔

مسند کی ایک ترتیب امیر سنجر بن عبداللہ علم الدین الجاولی کی طرف بھی منسوب کی گئی ہے۔

۱۔ اتحاف النبلاء، ص ۳۰۷

۲۔ اتحاف النبلاء، ص ۱۴۶

مسند کے علاوہ حموی کے بیان کے مطابق امام صاحب نے جو کتابیں لکھیں، ان کی تعداد ایک سو پچاس تھی۔ حموی نے ان کتابوں کے نام بھی لکھے ہیں۔

اس لحاظ سے امام شافعی تمام پچھلے محدثین اور حضرت امام مالک سے بڑھ گئے ہیں کہ انھوں نے ہر موضوع پر سنتِ رسول کو پیش نظر رکھ کر مستقل رسالے لکھے اور دین کا کوئی موضوع تشنہ نہیں رہنے دیا۔ اللہ ان سے راضی ہو۔

تعلیماتِ غزالی

مصنف: محمد حنیف ندوی

"جناب مولانا محمد حنیف ندوی نے امام غزالیؒ کی تعلیمات کو بڑے سلیقہ کے ساتھ اردو میں پیش کیا ہے اور خاص طور سے امام غزالی کی اس خصوصیت کو اجاگر کیا گیا ہے کہ انھوں نے کیونکر فقہ کی تفصیلات کو تصوّف کے رنگ میں بیان کیا ہے۔ "تعلیماتِ غزالی" کوئی شک نہیں بڑے اونچے درجے کی کتاب ہے۔ یہ ایک طرف اخلاق و تزکیۂ نفس کا صحیفہ ہے تو دوسری طرف نفسیات اور علم و فکر کا دفتر ہے۔ مولانا محمد حنیف ندوی اس کتاب کی تالیف و ترتیب اور ترجمانی پر علمی دنیا کی طرف سے مبارک باد کے مستحق ہیں۔"

—— ماہنامہ فاران - کراچی

قیمت ۸ روپے

ملنے کا پتہ

سکریٹری ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور